AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

Selected Voices of Feminist Concept in Urdu Fiction

اُردو فکشن میں تانیثی تصور کی چنیدہ آوازیں

Mehreen Jahangeer
Lecturer, Department of Urdu,
The Govt. Sadiq College Woman University Bahawalpur.
Dr. Aasma Rani
Associate Professor, Department of Urdu,
The Govt. Sadiq College Woman University Bahawalpur.

Abstract

The woman, a multifaceted personality, has been a subject of profound exploration throughout history. Acknowledged by the Almighty as an integral part of creation, she has demonstrated remarkable resilience and creativity across various domains of art and expression. For centuries, women have fought for recognition as independent beings with their own unique thoughts, feelings, and aspirations. The feminist movement, a significant social and intellectual force, emerged to challenge the patriarchal norms that limited women's opportunities and defined their roles solely within the domestic sphere. Writers, both from the East and the West, have boldly articulated the experiences and perspectives of women, giving voice to their struggles, triumphs, and aspirations. This movement aimed to identify and challenge the systemic inequalities that marginalized women and to ensure their rightful place in society. This article will delve into the theoretical underpinnings of feminism in literature. By examining the key concepts and debates within feminist thought, it seeks to provide a framework for analyzing and interpreting literary works through a feminist lens. This analysis will help to understand how literature reflects, reinforces, or challenges societal norms and power structures related to gender. Ultimately, this research will contribute to a deeper understanding of women's experiences and the ongoing struggle for gender equality.

Keyword: *Feminism Movement, Literature, Urdu Fiction, Boldness, Characteristics, Thoughts, Universe.*

عورت ایک رنگ آمیز شخصیت ہے۔مالک دوجہاں نے اِسے قریباًہر فن سے شناسائی بخشی ہے۔یہ کائنات کااہم ترین فرد ہے جو صدیوں سے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہے۔ مرد اساس سماج میں اسے کے حقوق کے حوالے سے کوتاہی برتی گئی ہے۔ جس کے خلاف اٹھارہویں صدی میں

تانیثیت کی تحریک منظر عام پر آئی۔اس تحریک کے تحت اس بات پر زور دیا گیا کہ عورت بھی مرد کے برابر انسان ہے جو اپنی سوچ اور فکر رکھتی ہے۔ اس ضمن میں مشرقی اور مغربی دونوں طرف کے ادباء نے اپنے خیالات کا اظہار جرأت اور بے باکی سے کیا۔اس تحریک کا بنیادی مقصد ان عوامل کی نشاندہی کرنا تھا جس کے تحت عورت کے خصائص کی نشاندہی کی جائے۔ میرے موجوع کے تحت اکیسویں صدی میں لکھنے جانے والے نسائی ادب کا احاطہ کیا جائے گا۔اس مقالے کے تحت ان تمام عوامل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی جو مختلف لکھاریوں نے اپنے عہد کی محسوسات کو سمجھتے ہوئے بیان کیں۔ قوی امکان ہے کہ یہ مقالہ نظریہ تانیثیت کے مباحث کو سمیٹتے ہوئے ادب میں اس کے اطلاق پر روشنی ڈالنے میں معاون ثابت ہو گا۔

ہم ایک ایسے عہد کے افراد ہیں جو خدا کی مخلوق کے ساتھ تفریق رکھنا اسے نیچا اور کم تر ثابت کرنا اپنا فرض عین تصور کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مرد خود کو خدا تصور کرتے ہیں۔ایک ایسا خدا کہ جس کی پرستش وجود زن پر لازم وملزوم ہے جس کے ہر حکم کی بجاآوری کرنا وجود زن کے فرائض میں شامل ہے۔ دراصل یہ تصور اس کائنات میں ارتقائی عمل سے موجود ہے۔ عورت کی ذات ایک لا متناہی خواہشات سے عبارت حساسیت اور احساس وجذبات سے گوندھی ہوئی ہے۔ یہ کسی بھی سماجی قدروں میں کبھی گم نہیں ہوئی۔اس کی شخصیت اپنے تمام تر محاسن کے ساتھ اپنی سوچ و تفکر کا اظہار مرد کے مقابلے میں بہتر طور پر کر سکتی ہے۔اسلامی تاریخ ہو یا ادبی خواتین نے ہر میدان میں خود کا لوہا منوایا۔

صدی تانیثیت کی تحریک کا منظر عام پر آنا اس شعور کو اجاگر کرتا تھا کہ معاشرے کا یہ نظر انداز کیا ہوا طبقہ بھی اہم ہے۔اسے غلام، جانور اور خاموش مجرم سمجھ کر اس کا استحصال بند کیا جانا چاہیے۔تانیثیت کے نظریے کو زیر بحث لانے سے قبل اس کی وضاحت ضروری ہے جس کے لیے متعدد تعریف متعین کی جاسکتی ہیں۔انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مطابق:

> "Feminism, the belief in social, economic and political equality of the sexes. Although largely originating in west feminism is manifested worldwide and is represented by various institutions committed to activity on behalf of women rights and interest." [1]

معاشرے میں جب عورت اپنی ذہانت عقل و فہم شعور وادراک اور اپنی شخصیت کا مکمل اظہار کر سکتی ہے تو ضروری ہے کہ اس کی فلاح و بہبود اور خوشحالی و ترقی کے لیے آواز بلند کی جائے۔اس کی تعلیم اور قابلیت کو سراہنے کے ساتھ ساتھ اس کی بہتری کے لیے کوششیں بھی بروئے کار لائی جائیں۔ عورت اس معاشرے کا اہم ترین فرد ہے۔ وہ ماں بیٹی بہن، بہو، ساس ہے وہ ہر روپ اور ہر رنگ میں لائق محبت اور قابل عزت ہے۔ منزہ گوندل لکھتی ہیں:

> "تانیثیت کا مطالب یہ ہے کہ دنیا کو عورت کی نظر سے دیکھنا۔ عورت اور اس کے متعلقات کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔اس کے نزدیک خیر وشر کے پیمانے کون سے ہیں۔ وہ کائنات کا مفہوم کیا لیتی ہے۔اس کے نزدیک کامیابیاں اور ناکامیاں کیا ہیں ۔ مگر بد قسمتی سے ہمارے ہاں بہت کم تانیثی مباحث کو اس حیثیت سے دیکھا گیا ہے۔" [2]

تانیثیت کے نظریے کی وضاحت گو کہ بہت سے مرادادباء کے ہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مگراس مقصد کے لیے ہماری بہت سی خواتین افسانہ نگاروں نے نہ صرف صدائے احتجاج بلند کیا بلکہ عورت کو اس کا حق دلانے کی ہر ممکن سعی کی۔ ایک لکھنے والا ذہن جس میں گہری اور عمیق نگاہ ہو، دھڑکتا ہوا دل ہو، جس کا قلم اس کے فن کا ثبوت ہو جو سماج کی قیدوبند اور اس میں رائج چار دیواری کی پابندی سے آزاد ہو نسائیت پر لکھنے سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

اُردو ادب میں تانیثیت کی تحریک ہمارے مرد ادباء کے توسط سے متعارف ہوئی۔ ہمارے ادب میں موجود تانیثی نظریات در حقیقت ان رویوں پر قائم ہیں جو ہمارے ادیبوں کے اذہان میں متحدہ ہندوستان کی تہذیب وثقافت کے بدلتے رویوں کے تحت وقوع پذیر ہوئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں عورت کی ذات کو ہمیشہ حاشیے پر رکھا جاتا ہے۔ اس مرکز پر کبھی جگہ نہیں دی گئی۔ تانیثی تحریک کی بدولت دوسری جنگ عظیم کے بعد عورت کو سیاسی امور میں جن آزادی رائے کا حق حاصل ہوا تو اس نے رویوں کے خلاف بھی احتجاج بلند کیا۔ وہ رویے کہ جنھوں نے اس میں احساس کمتری اور ذات کی نفی کو جنم دیا۔ اُردو میں تانیثیت کی علمبردار افسانہ نگاروں کی فہرست میں اہم ترین نام عصمت چغتائی، "الطاف فاطمہ"، "قرۃ العین حیدر"، "خالدہ حسین"، "رضیہ فصیح احمد"، "جیلانی بانو"، "طاہرہ اقبال"، "ذکیہ مشہدی"، "ترنم ریاض"، "نیلم احمد بشیر" اور "زاہدہ حنا" ہیں۔

افسانوی روایت میں نسوانی لحن کی ایک بے باک اور نڈر شخصیت عصمت چغتائی ہیں۔ وہ تقریباً اپنے ہر افسانے میں ہندوستان کی گھٹن زدہ خواتین کے مسائل اور ذہنیت کو بیان کرنے سے کتراتی ہیں۔ وہ اپنی چبھتی قلم سے سماجی ناموروں سے پردہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کے ہاں خواتین کے حق میں مزاحمت تذلیل، جہالت اور اوہام سے ابھرنے والا غصہ جابجا دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس ضمن میں ان کے اہم ترین افسانے "بچھو پھپھی"، "لحاف" اور "چوتھی کا جوڑا" بہت عمدگی سے لکھے گئے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "اس وقت میری منی سی معصوم ماں ایک دم عورت بن گئی تھی۔ اس کے دل سے ایک دم دیوزاد انسان کا خوف نکل گیا تھا۔ جبھی تو میری پھپھی بادشاہی کہتی تھیں کہ میری ماں جادوگرنی ہے۔۔۔۔ میری ماں اپنے جوان بچوں کے سامنے جب یہ گالیاں سنتی تو ایسی بہبود بسود کردہ تیں کہ ہمیں ان کی مار فراموش ہو جاتی۔"[3]

اس طرح ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "اس دن سیڑھیوں پر اکڑوں بیٹھی ہوئی نانی دنیا کو ایک مستقل گالی دے کر چل بسیں۔ زندگی میں کوئی کل سیدھی نہ تھی، کروٹ کروٹ کانٹے تھے مرنے کے بعد کفن میں بھی نانی اکڑوں لٹائی گئیں ہزار کھینچ تان پر بھی اکڑا ہوا جسم سیدھا نہ ہو۔"[4]

عصمت چغتائی کے ہاں خواتین کی نفسیات کو موضوع بنا کر لکھا گیا ہے۔ ان کے نزدیک عورت ہی عورت کا استحصال کرتی ہے۔ اگر عورت چاہے تو ماحول میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کبھی بھی ممکن ہے۔

افسانوی عہد میں الطاف فاطمہ کا شمار ان افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے تفادات کو موضوع بنایا۔ان کے ہاں تصور عورت کا احتجاج ہلکی طنزیہ آمیزش سے وجود میں آتا ہے۔وہ اپنے دلی جذبات کو تشتر ہت سے نہیں بلکہ شگفتگی سے لکھنے کی عادی ہیں۔ان کے اسلوب سے مثال ملاحظہ کیجیے:

"آج پاکستانی عورت گھر کی چار دیواری سے اس لیے نکل آئی ہے کہ اسے معیار زندگی برقرار رکھنا ہے۔گھر کی آمدن اور خرچ میں توازن قائم رکھنا ہے۔آج کی پاکستانی خاتون کے کاندھے پر دوہری صلیب دھری ہے وہ کما بھی رہی ہے اور خاتون خانہ کے فرائض بھی انجام دے رہی ہے۔"[5]

الطاف فاطمہ نے اس طرح عورت کی ذات کے مسائل کو اجاگر کیا جو کہ روح کو بے چین کرتا ہے۔اُردو افسانے میں قرۃ العین حیدر کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے معنویت پر مبنی افسانے لکھے۔انہوں نے جاگیر دارانہ سماج کو ٹوٹتے بکھرتے دیکھا۔ان کے افسانوں میں خواتین اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیابیاں سمیٹتی ہوئی دیکھائی دیتی ہیں۔ان کا تصور عورت مختلف ہے۔وہ عورت کو ہر میدان میں مظلوم اور کمتر ثابت کرنے کی بجائے مضبوط اور مستحکم دیکھائی دیتی ہیں۔ان کے ہاں تہذیب وروایات کی پاسدار عورت بھی سامنے آتی ہے۔اقتباس دیکھیے:

"عجیب بے حد عجیب تو تم میرے ساتھ ہیں ناجو گی نہیں کہوں کہ تم انگریز ہو اور اعلیٰ خاندانوں کی ہندوستانی لڑکیوں کا نوجوان کے ساتھ رقص کرنا بڑی ویسی بات ہے۔"[6]

"برطانوی خاتون نے بھی یہ اندازہ لگالیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔ایک جگہ پر دو انسان ایک دوسرے کی طرف کھنچیں تو سمجھ پہنچے کہ اس انڈر کرنٹ کو حاضرین فوراً محسوس کر لیں گے کیونکہ اولاد آدم کی باہمی کشش کا عجیب کھیلا ہے۔"[7]

قرۃ العین حیدر کا ذہن وسعت کا حامل تھا۔ان کے ہاں خواتین کے مسائل کو تخلیق تحقیق اور شعور و ادراک سے لکھا گیا ہے۔خالدہ حسین ایک ایسی افسانہ نگار ہیں جو عورت کے وجود اور ذات کی اہمیت پر بات کرتی ہیں۔خوف،شک اور کراہیت کے ہیں پردہ ذات اور اس کی تلاش کرنا چاہتی ہیں۔ان کے ہاں تصور عورت ان معنوں میں ملتا ہے۔

"میں ایک معروف عورت ہوں!اب میں درخواست کروں گی کہ یہ لفظ (عورت) قوسین میں کردیجے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے صرف ایک معروف وجود سمجھا جائے۔چلیے اصولی طور پر نہیں تو صرف چند لمحوں کے لیے۔ضرورت،عادتا،صرف اس کہانی کے لیے۔"[8]

دراصل یہی ذات اور وجود کی پہچان کو منوانا ان کا مقصد تحریر ہے۔خالدہ حسین کا پرسوچ جذبہ اور مسائل و مصائب عورت ذات سے شروع ہوتے ہیں اور ان کا بیان نہایت دیگر انداز سے کیا جاتا ہے۔

رضیہ فصیح احمد کا شمار اُردو افسانے میں ان خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے متوسط طبقے کی لڑکی جو سماج میں رائج تہذیبی قدروں سے لڑ جھگڑ اہے نواب پورے کرنے کی کوشش میں مگن ہے۔ایسے موضوعات کو اپنی تحریروں کا حصہ بنایا۔ان کے ہاں عورت ذات طعنے اور تہمتوں کو برداشت کرتی نظر آتی ہیں۔اسلوب سے مثال دیکھیے:

"جب ہم لوگوں کی نظروں میں نیچے تھے تو کئی لحاظ سے اونچے تھے اور اب جب کہ ہم لوگوں کی نظروں میں اونچے ہیں ان کے معیار سے کئی باتوں میں پہنچے ہیں۔"[9]

رضیہ فصیح احمد کے ہاں زندگی کی بے ثباتی میں پستی عورت درحقیقت ہر مصائب کو برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے، اُردو افسانے میں دھڑکتے دل کی صدا پر کان لگا کر سن گن رکھتے ہوئے سماج میں رائج تہذیب و ثقافت کی بے وقعت و بے معنی قدروں پر بذریعہ قلم عورت کے لیے باآواز بلند نعرۂ بغاوت کرتی طاہرہ اقبال ہیں۔ان کے ہاں شخصیت و ذات اور زخم سہنے کے بعد احتجاج اور جارحیت پر مبنی الفاظ بیان کرتی ہے۔اسلوب ملاحظہ کیجیے:

"سپاہی تو اسے کیوں نہیں پکڑتا جس نے کتابوں والے ہاتھ میں چھری پکڑی جس نے غریب کی جورو پر نظر ڈالی۔"[10]

طاہرہ اقبال کا قلم دراصل بے خوف و خطر عورت کے استحصال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا نقطہ نظر سامنے لاتا ہے۔اُردو افسانے میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والی عورت کے احساس جذبات اور تصورات کو بہت دھیمے اور من موہے بسنے والے انداز سے بیان کرتی افسانہ نگار ذکیہ مشہدی ہیں۔ان کے ہاں عورت خاموش ہے مگر وہ خود کلامی کچھ اس انداز سے کرتی ہے جو درحقیقت اس کے مکالموں سے کہیں بہتر ہے۔اسلوب ملاحظہ کیجیے:

"جب وہ کوئی دس برس کی تھی تو اس کی دوست مدھو نے بتایا تھا کہ اس کے نام کا مطلب ہے 'شہد' تب ہی اس کو سوجھا تھا کہ ماسٹر جی سے اپنے نام کے معنی پوچھے لیکن معنی سن کر وہ کچھ اور اداس سی ہو گئی۔دھرتی تو بہت دکھ جھیلتی ہے۔۔۔۔۔ ناجانے کتنے قدم اس کو روندتے ہیں۔"[11]

یہ محض الفاظ نہیں حقیقت ہیں۔

اُردو افسانے میں ترنم ریاض خاموش طبیعت کی حامل وہ افسانہ نگار ہیں جنہوں نے عورت کے حق میں بہت سے افسانے لکھے۔ان کے ہاں عورت چپ سادہ کر مظالم کو سہتی اور کونے کھدروں میں اپنے آنسوؤں کا گلا گھونٹی ہے۔اسلوب دیکھیے:

"میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار چھوٹی سی ہو جاؤں اور گاؤں میں پیدا ہوا کر ایسے ہی جیوں مگر نہیں اتنی بڑی ہو کر بھی جب سارہ مجھے بھی سمجھ کر دور دور رہتی تھی تو اس وقت کیا ہوتا۔میں ہر عمر میں اپنی عمر سے بڑی ہو رہی ہوں۔"[12]

زاہدہ حنا دورِ جدید کی وہ افسانہ نگار ہیں کہ جنھوں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ایسی عورت کے مسائل کو بیان کیا جو پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔جس کی نظر ماضی اور حال سے زیادہ اپنے سنہرے مستقبل کی طرف ہے۔ان کے ہاں عورت ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑھتی اور اپنا آپ منواتی نظر آتی ہے مگر ان کے افسانوں کا دوسرا پہلو بے حد تلخ ہے جو سماج کے کند و قانون کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادہ

پڑھی لکھی عورت بھی برداشت نہیں کی جاتی۔ان کا افسانہ پانیوں پر بہتی پناہ ایسی ہی عورت کی بپتا سناتا ہے جو بہت زیادہ لکھ پڑھ کر بھی اپنے ارد گرد کے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اقتباس دیکھیے:

"اس کے تن کا ریشہ ریشہ دیکھ رہا تھا اس کے بدن کا رواں رواں سن رہا تھا۔۔۔ پولیس نے جلوس کے اگلے حصے پر لاٹھی چارج کیا تھا۔اس نے آنسو گیس کے گولے چلنے کی آواز سنی۔دھارا پلٹ رہا تھا۔"[13]

طاہرہ اقبال کا قلم دراصل بے خوف و خطر عورت کے استحصال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا نقطہ نظر سامنے لاتا ہے۔اُردو افسانے میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والی عورت کے احساس جذبات اور تصورات کو بہت دھیمے اور من موہے، بسنے والے انداز سے بیان کرتی افسانہ نگار ذکیہ مشہدی ہیں۔ان کے ہاں عورت خاموش ہے۔

حوالہ جات:

1 Laura Brunel, Elion Burkett Feminism, Encyclopedia Britannica March6 2023.

2 منزہ احتشام گوندل، "تانیثیت کیا ہے؟" (سر گودھا: ایک روزن,2018)

3 عصمت شغتائی، "بچھو پھپھی" مشمولہ دوہاتھ (لاہور: مکتبہ اُردو ادب)50

4 عصمت چغتائی، "ننھی کی نانی" مشمولہ سوری ممی نفیس (لاہور: پرنٹر رپٹیالہ گرانڈو، اشاعت اول,1992،)68

5 الطاف فاطمہ، "ننگی مرغیاں" مشمولہ جب دیواریں گریہ کرتی ہیں (کراچی: دی سمیع سنز پرنٹرز,2008) 32

6 قرۃالعین حیدر، "اودھ کی شام" مشمولہ ستاروں سے آگے،189

7 قرۃالعین حیدر، "یہ نمازی یہ تیرے پراسرار بندے" مشمولہ روشنی کی رفتار،102

8 خالدہ حسین، "معروف عورت" مشمولہ معروف عورت، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز,1986،)85

9 رضیہ فصیح احمد، "دو پائن کے بیچ"،15-16

10 عمر منظر، "ڈاکٹر طاہرہ اقبال کے منتخب افسانے (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ,2013،)18

11 ذکیہ مشہدی، "ایک تھکی ہوئی عورت" مشمولہ آنکھن دیکھی (ہریانہ: ایجوکیشنل پبلی کیشنز ,2000،) 128

12 ترنم ریاض، "اماں" مشمولہ ابابیلیں لوٹ آئیں گی (ہریانہ: عرضی پبلی کیشنز،,2000،) 127

13 زاہدہ حنا، "پانیوں پر بہتی پناہ" مشمولہ رقص بسمل" (الحمد پبلی کیشنز، مارچ,2011ء)30